پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی آخری قسط

وفات سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

گزشتہ قسط میں صفحہ نمبر 16 پر ہم نے شاہ معین الدین ندوی کی کتاب تاریخ اسلام سے چند اقتباسات نقل کیے تھے۔ جن میں انھوں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق ''موقع شناس نہ تھے'' ......''اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک بہترین موقع کھو دیا'' ......''انھوں نے ایک فاش غلطی کی'' جیسے نازیبا جملے تحریر کیے ہیں۔ جو کسی بھی صحابی کے متعلق توہین کے زمرے میں آتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام اُمّت پر واجب ہے۔ ہم نے بوجھل دل کے ساتھ صرف حوالہ کے لیے انھیں نقل کیا۔ ذیل کے مضمون میں بھی ناقدین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بعض جملے بطور حوالہ نقل کیے ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ۲ھ تا ۶۵ھ ایک بھرپور زندگی گزاری انھوں نے گمنام یا معاشرہ سے الگ تھلگ رہ کر پہاڑوں یا جنگلوں میں زندگی بسر نہیں کی اور نہ ہی ان کی خانگی، نجی، عوامی، عسکری، علمی اور عملی زندگی پر کوئی دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ معصوم ہرگز نہیں تھے اور نہ ہی کسی غیر معصوم شخصیت کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے کبھی کوئی خطا سرزد ہی نہیں ہوئی۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا شمار ''رؤیتاً'' صغار صحابہ میں ہوتا ہے جبکہ ''روایتاً'' کبار تابعین میں سے ہیں وہ بالیقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات:

''خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم''

[صحیح بخاری کتاب الرقاق باب مایحذرمن زھرۃ الدنیا والتنا فس فیھا. رقم الحدیث ۶۴۲۹]

[کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب فضائل اصحاب النبیؐ. رقم الحدیث ۳۶۵۱]

[کتاب الشھادات باب لا یشھد علی شھادۃ جور اذا اشھد. رقم الحدیث ۲۶۵۲]

''خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم''

[صحیح بخاری۔ کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب فضائل اصحاب النبیؐ۔ رقم الحدیث ۳۶۵۰]

کے کامل مصداق تھے اور ان کی زندگی پر بہرحال ''خیر'' کا پہلو غالب تھا۔ دشمنانِ اسلام نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بلکہ پورے خاندان بنوامیہ کے خلاف اس قدر زورشور سے پروپیگنڈہ کیا جس سے ہر دور کے کچھ ''علمائے حق'' بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی عملی زندگی پر ''اعتراضات'' تو رہے ایک طرف، دشمن نے انھیں وفات کے وقت بھی نہ بخشا۔

ایک بھر پور اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کے بعد بالآخر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر بھی وہ وقت موعود آ ہی گیا جو "کل نفس ذائقة الموت" کے کلیہ کے تحت ہر ذی روح پر آنا مقدر ہے اور جس سے کوئی انسان بلکہ کوئی ذی روح بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی وفات رمضان ۶۵ھ میں ہوئی۔ امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ان کی وفات کے متعلق "من أول رمضان سنة خمس و ستين" کے الفاظ لکھے ہیں۔ یعنی ان کی وفات یکم رمضان ۶۵ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو: "سیر اعلام النبلاء الجذء الثالث" [ص ۴۷۹]

علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

"ومات فی رمضان سنة خمس وستين وكانت ولايته تسعة أشهر"

[تہذیب التہذیب ص ۲۲۱۔ تحت مروان بن الحکم، الاصابہ الجزء الثالث ص ۴۷۸]

اور مروان رضی اللہ عنہ رمضان ۶۵ھ میں فوت ہوئے اور ان کی خلافت ۹ ماہ تک رہی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

"مصر اور شام کی ازسرنو فتوحات نے اس طاقت ور امیر کا جسم مضمحل کر دیا جو اپنی جوانی کے خوف ناک زخموں ہی سے پوری طرح کبھی شفایاب نہ ہوا تھا۔

اس دراز قامت، چھریرے، جھریوں بھرے، ضعیف العمر امیر کی قسمت میں بھی اس وبائے عظیم کا شکار ہونا لکھا تھا جو مشرقی ممالک میں پھیل رہی تھی۔ ۶۴ھ میں یہ طاعون عراق سے ملک شام میں بھی پہنچ گیا اور آغاز ہی میں معاویہ ثانی اس کا شکار ہوا جو مروان رضی اللہ عنہ کا ضعیف و نحیف پیش رو تھا۔

اسی طرح ولید بن عتبہ کو بھی جوان دونوں کا رشتہ دار تھا اور آخر میں اسی وبائی مرض نے بانی سلسلہ مروانیہ، مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کو ۶۵ھ/۶۸۴ء میں ہلاک کر دیا۔

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ جلد ۲۰/ص ۴۷۷]

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی خوش بختی کی انتہا ہے کہ انھیں رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں اور ۶۳ سال کی عمر میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

عاش سعيد او مات شهيدا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ماتعدون الشهيد فيكم قالوايارسول الله: من قتل في سبيل الله فهو شهيد. قال : ان الشهد آء امتي اذا

لقليل. قالوا فمن هم يارسول الله ؟

قال: من قتل في سبيل الله مهو شهيد ومن مات في سبيل الله فهو شهيد ومن مات في الطاعون فهو شهيد ومن مات في البطن فهو شهيد والغريق شهيد.“

[صحيح مسلم. الجلد الثاني. ص ۱۴۲ . كتاب الا مارة .باب بيان الشهداء]

تم اپنے درمیان شہید کس کو شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارا جائے اس کو شہید سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ پھر شہید کون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے۔ اور طاعون میں اور پیٹ کی بیماری میں مرنے والا اور غرق ہونے والا شہید ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

”الطاعون شهادة لكل مسلم“ [صحیح مسلم جلد۲۔ص۱۴۲۔ کتاب الامارۃ باب بیان الشہداء]

طاعون میں مرنا ہر ایک مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

امام مالک نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

”وما تعدون الشهادة؟ قالوا القتل في سبيل الله. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الشهدآء سبعة سوى القتل في سبيل الله . المطعون شهيد والغرق شهيد وصاحب ذات الجنب شهيد والمبطون شهيد والحرق شهيد والذى يموت تحت الهدم شهيد والمرأة تموت بجمع شهيد“

[المؤطا للامام مالک۔ کتاب الجنائز باب النھی عن البکاء ص۲۱۶]

تم شہادت کس کو شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے جانے والے کو شہید کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ شہداء قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ سات قسم پر ہیں۔

۱: طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔ ۲: پانی میں ڈوبنے والا شہید ہے۔ ۳: پسلی کے درد میں مرنے والا شہید ہے۔ ۴: ہیضہ یا اسہال میں مرنے والا شہید ہے۔ ۵: آگ میں جلنے والا شہید ہے۔ ۶: کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے۔ ۷: جو عورت زچگی کے دوران مر جاتی ہے وہ بھی شہید ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منقولہ ارشادات کے مطابق سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی کیونکہ وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے فوت ہوئے تھے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی وفات پر اب ایک دوسرے زاویہ سے نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

کی وفات کے وقت ان کی عمر کا تعین ان کے سن ولادت سے ہی ممکن ہے۔اس سلسلہ میں اکثر مؤرخین کے نزدیک سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ہجرت کے دوسال بعد پیدا ہوئے۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی ''الاصابہ'' اور ''تھذیب التھذیب'' میں اسی قول (یعنی ولد بعد الھجرۃ بسنتین) کو ترجیح دی ہے۔

جب سیدنا مروان رضی اللہ عنہ باتفاق مؤرخین ۶۵ ھ میں فوت ہوئے اور ہجرت کے دوسال بعد پیدا ہوئے تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان کی عمر وفات کے وقت ۶۳ برس تھی۔

شیعہ مجتہد مفتی جعفر حسین مترجم ومحشی ''نھج البلاغۃ'' نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے کہ:

لیکن ابھی ۹ مہینے ۱۸ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گذرے تھے کہ ۳ رمضان ۶۵ ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آگھیرا...... [نھج البلاغۃ، ص: ۲۳۲]

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ:

''انتقال کے وقت مروان رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال کی تھی اور مدت خلافت کل ۹ مہینے۔'' [تاریخ اسلام اولین ص ۳۹۹]

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے عمر تو ۶۳ سال بتلائی لیکن مدت خلافت ساڑھے نو مہینے لکھی۔ملاحظہ ہو: [تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۸۸/مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی]

اس طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو صرف وفات کے سلسلہ میں تین سعادتیں حاصل ہوگئی ہیں۔

ا: رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں موت۔۲: طاعون کی بیماری میں شہادت کی موت۔۳: اور ۶۳ سال کی عمر میں موت جس سے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طبعی اتباع نصیب ہوگیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین موت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طبعی اتباع کی خواہش وآرزو کرتے رہے چنانچہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں داخل ہوئے تو ان کے دل میں ایک شدید خواہش پیدا ہوئی جسے امام ترمذی نے یوں نقل کیا ہے کہ:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا کہ:

''مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو ابن ثلاث وستین وابوبکر و عمر وأنا ابن ثلاث وستین''

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں واقع ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات بھی اسی عمر میں ہوئی اور میری عمر بھی اس وقت ۶۳ سال ہے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہوجائے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ اس لیے کہ ان کا وصال تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۰ سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔

امام ترمذی کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کو بھی نصیب ہوا۔‘‘

[شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۱۴]

اکثر مؤرخین اور ارباب سیر کے قول کے مطابق سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی سن ولادت دو سال بعد از ہجرت اختیار کرنے سے وفات کے وقت ۶۵ ھ میں ان کی عمر ۶۳ برس بنتی ہے تو اس صورت میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو وفات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی اتباع نصیب ہوجاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو وفات کے سلسلے میں بھی تین سعادتیں (رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں موت، نبی اکرم ؐ، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے طبعی اتباع کے علاوہ مرض طاعون میں شہادت) حاصل ہوگئیں لیکن ناقدین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ یہ سعادتیں کیونکر برداشت کرسکتے تھے اس لیے انھوں نے ایک دوسری داستان وضع کر کے ان کے واقعہ موت کو بھی ہدف تنقید بناڈالا۔

چنانچہ حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ ھ) لکھتے ہیں کہ:

”وھو معدود فی من قتله النساء“　　　[الاستیعاب الجزء الثالث ص ۴۲۸]

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھیں عورتوں نے قتل کیا ہے۔ امام ذہبی (م ۷۴۸ ھ) نے اس واقعہ کو ”مات خنقا“ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی ان کی موت گلا گھونٹنے یا دم گھٹنے سے واقع ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

[سیر اعلام النبلاء الجزء الثالث ص ۴۷۸]

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ:

’’عام خیال یہ ہے کہ اس کی بیوی ام خالد نے اسے مار ڈالا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مروان کو سیاسی حالات کی بناء پر مجبور ہوکر خالد بن یزید کو ولی عہد ماننا پڑا تھا لیکن اس کی ولی عہدی اس کی نگاہ میں برابر کھٹکتی تھی۔

چنانچہ خالد کی تذلیل کے لیے اس کی بیوہ ماں سے شادی کرلی اور ایک موقع پر اس (یعنی مروانؓ) نے علانیہ خالد اور اس کی ماں دونوں کے لیے نازیبا کلمات استعمال کیے۔ خالد نے اپنی ماں سے اس کی شکایت کی پھر اس نے زہر

دے کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔''　　　　　　　　　　　[تاریخ اسلام اولین ص ۳۹۹]

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی اس واقعہ میں مزید رنگ بھرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس (یعنی اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنانے) کے بعد مروان (رضی اللہ عنہ) نے خالد بن یزید کے اثر وقبولیت کو نقصان پہنچانے کی کوششیں جاری رکھیں اور اس کی تذلیل وتخفیف کے درپے رہا پھر اس پر صبر نہ کر کے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ خالد نے اپنی ماں یعنی مروان رضی اللہ عنہ کی بیوی سے شکایت کی کہ مروان رضی اللہ عنہ میرے قتل پر آمادہ ہے۔

ام خالد نے کہا: تم بالکل خاموش رہو۔ میں مروان (یعنی اپنے خاوند) سے پہلے ہی انتقام لے لوں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی چار پانچ باندیوں کو آمادہ کیا۔ رات کو مروان محل سرائے میں آ کر لیٹ گیا۔ ام خالد کے حکم کے موافق عورتوں نے مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر کہ آواز بھی نہ نکال سکے اور قابو کر کے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ر رمضان المبارک ۶۵ھ کو وقوع پذیر ہوا۔''　[تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۸۸ر مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی]

مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

''مروان لطفِ حکومت سے لطف اندوز ہونے کے لیے زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہا۔ رمضان المبارک ۶۵ھ ہجری میں یکا یک اس کا انتقال ہو گیا۔ انتقال سے پہلے اس نے خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو یکے بعد دیگرے ولی عہد قرار دے دیا تھا اور لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لیے اس نے خالد کی ماں سے نکاح بھی کر لیا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ خالد بن یزید کو ولی عہدی سے خارج کرنے کے بعد ایک دن بھرے دربار میں مروان نے اس کی توہین کی تھی۔ خالد نے اس کا ذکر اپنی ماں سے کیا۔ ماں نے مروان کو سوتے ہوئے گلا گھونٹ کر مار دیا۔''

[تاریخ ملت، جلد: اوّل، ص: ۳۸۳۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی]

شیعہ مجتہد مفتی جعفر حسین شارح ''نهج البلاغة'' لکھتے ہیں کہ:

''لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گذرے تھے کہ ۳ر رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آگھیرا کہ اس کی بیوی اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اس وقت تک الگ نہ ہوئی جب تک اس نے دم نہ توڑ دیا۔''　　　　[نهج البلاغتہ ص ۲۳۲۔ مطبوعہ امامیہ پبلی کیشنز لاہور]

ممتاز عالم دین مولانا سید نا احمد رضا بجنوری فاضل دیوبند اس قتل کی ایک عجیب توجیہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''۶۴ھ میں مروان کوبھی ۹ ماہ کے لیے حکومت مل گئی تھی اوراس کی موت اس کی بیوی کے ذریعے ہوئی تھی جس نے اس کو ایک بے ہودہ حرکت کی وجہ سے سونے کی حالت میں گلا دبا کر قتل کر دیا تھا اوراس کا بیٹا بدلہ بھی نہ لے سکا اس بدنامی سے ڈر کر کہ لوگ کہیں گے کہ مروان ایسا بڑا بادشاہ ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا۔''

[انوارالباری اردوشرح صحیح البخاری جلد ۱۷ص ۱۹۴ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان]

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے وفات کے متعلق بعض علمائے اہل سنت اوراہل تشیع کا مؤقف تقریباً یکساں ہے۔ کیا اس طرح کی ''تحقیق وتفتیش'' اور ''قیل ویقال'' کے صیغوں سے بیان کردہ گواہی کی بناء پر کسی کی طرف قتل جیسے فعل کی نسبت کی جاسکتی ہے؟ پھر بھلا اس میں مقتول کا کیا قصور ہے؟

بہر حال اس کہانی کے اعتبار سے بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی موت پر ''شہادت'' کا اطلاق صحیح ہو جاتا ہے۔

سب سے زیادہ حیرت تو عالمی تبلیغی جماعت کے ہر دل عزیز اور مقبول بین الاقوامی رہنما مولانا طارق جمیل پر ہوتی ہے کہ جب سے کرکٹ کے چند ''سٹارز'' نے جماعت میں شمولیت اختیار کی تو موصوف نے بھی بنوامیہ کی عداوت میں ''آفریدی'' سٹائل میں ''فرنٹ فٹ'' پر کھیلنا شروع کر دیا چنانچہ موصوف رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ کے آخری عشرے میں کروڑوں مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق رطب ویابس اور سبائی روایات کی بناء پر پاکستان ٹیلی ویژن سے براہ راست ان کی توہین کا ارتکاب کر بیٹھے۔ حالانکہ ان کا جس جماعت کے ساتھ طویل عرصہ سے تعلق چلا آرہا ہے اس کے نصاب میں باقاعدہ طور پر ''اکرام مسلم'' کا نمبر شامل ہے صد افسوس کہ مولانا طارق جمیل صاحب جن کے ہاں سبائیوں، ملحدوں، کھلاڑیوں، گلوکاروں اور فلمی اداکاروں کے لیے بھی بے حد احترام واکرام کا جذبہ پایا جاتا ہے مگر انھوں نے ''خیر القرون'' کی ایک ممتاز دینی وسیاسی شخصیت، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو کروڑوں سامعین وناظرین کے سامنے وفات کے وقت بھی نہ بخشا اور اصل واقعہ کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی اور کہا کہ مرنے کے بعد اس کی شکل تبدیل ہوگئی تھی اور قبلہ سے ہٹ گئی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے علاوہ موصوف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی گاہ بگاہ ''نوازشات'' کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی وفات سے متعلق ''قیل ویقال'' کے الفاظ سے جو من گھڑت قصہ مؤرخین اور بعض علمائے اہل سنت نے نقل کیا ہے وہ از اول تا آخر ''تناقضات'' سے پُر ہے۔ اس قصہ پر سطحی نظر ڈالنے سے بھی یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ بوڑھی سبائی عورتوں نے چھوٹے بچوں کو سونے سے پہلے قصے اور کہانیاں سنانے کی عادت کے تحت اس کو گھڑا ہے جسے ''مروان رضی اللہ عنہ دشمنی'' میں مخصوص علماء ومؤرخین نے بیان کرنا اور نقل کرنا شروع کر دیا جو بالکل لغو، بے بنیاد اور خلافِ حقیقت ہے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی موت طبعی تھی یا طاعون کے سبب ہوئی، بیوی منہ پر تکیہ رکھ کر سانس نکلنے تک بیٹھی رہی یا منہ میں کپڑا ٹھونس کر چار پانچ باندیوں کے بوجھ سے یہ مقصد حاصل کیا گیا، ان کا گلا گھونٹا گیا یا زہر دے کر انھیں مارا گیا۔

کیا اس قتل کا سبب خالد بن یزید کو بھرے دربار میں گالی دینا تھا؟ کیا خالد کی ماں سے خالد کی تذلیل کے لیے نکاح کیا گیا تھا؟ کیا تذلیل کا بدلہ لینے کے لیے کوئی شریف خاتون اپنے خاوند کا چراغِ حیات گل کر سکتی ہے؟ کیا مستقبل میں عبدالملک یا عبدالعزیز کو ولی عہدی کے مسئلے میں خالد سے کوئی خطرہ تھا جسے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ قتل کرا کے اپنے بیٹوں کا راستہ صاف کرانا چاہتے تھے؟

روایات کا یہ ''تناقض'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اصل حقیقت کسی کو معلوم نہیں اور جن روایات میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بیوی نے خود یا بعض لونڈیوں کے ذریعے سے قتل کرایا تھا۔ یہ روایات سنداً ومتناً، روایتاً و درایتاً دیوار پر مار دینے کے قابل ہیں۔ یہ بیوی (ام خالد بنت ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف) قریش کے ایک معزز خاندان کی ایک معزز خاتون تھی جبکہ شوہر بھی اس کا قریبی رشتہ دار ایک صحابی، ایک مدبر سیاست دان، عالم وفاضل اور خلیفہ وقت بھی تھا۔

پھر یہ بیوی کوئی عام خاتون بھی نہ تھی بلکہ خلیفہ وقت کی بیوی اور اس کے پیش رو خلیفہ معاویہ ثانی کی ماں تھی جو باتفاق مؤرخین درعہد شباب ہی متقی وپارسا تھا۔ ایسا گھٹیا کام شریف زادیوں کو زیب نہیں دیتا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر بالفرض ام خالد نے ایسا گھٹیا کام کر ہی دیا تھا تو پھر خلیفہ وقت جیسی ہائی پروفائل شخصیت کے قتل ہو جانے کے بعد خاندان میں اس کے اثرات کیوں رونما نہ ہوئے؟ سخت تعجب ہے کہ اس اہم واقعہ کے رونما ہو جانے کے بعد بھی خاندان میں نہ کوئی اختلاف پیدا ہوا اور نہ ہی کسی کونے سے قصاص کے مطالبے کی کوئی آواز اٹھی۔ پھر اس تعجب میں مزید اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب مقتول خلیفہ کے بعد بلا اختلاف اور بلا شرکت غیرے زمام خلافت بھی اس کے صلبی بیٹے عبدالملک کے ہاتھ میں آ گئی تھی، مگر اس کے باوجود اس نے کوئی ''قصاص'' نہیں لیا جبکہ اس کے ہاتھ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ نے بھی بیعت کر لی تھی۔ اس قصہ کے جھوٹا اور باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس خالد بن یزید کی ''بے عزتی'' کا بدلہ لینے کے لیے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تھا اس کا مقام ومرتبہ اور عزت واحترام خلیفہ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے ہاں برقرار رہا۔ پھر اگر اس کہانی میں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو بات صرف قتل مروان رضی اللہ عنہ پر ہی ختم نہ ہو جاتی بلکہ جس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے یہ اقدام اٹھایا گیا تھا اسے بھی ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاتا اور عبدالملک کے بجائے خالد بن یزید تاج دارِ خلافت ہوتا۔

علاوہ ازیں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی اس ''ایشو'' کو خلافتِ دمشق کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کرتے۔